چند غیر مسلم اور مسلم سیرت نگاروں کے ادبی شاہکاروں کی جھلکیاں

حافظ محمد یٰسین بٹ ☆

ابتدائیہ

اللہ نے اپنے آخری رسول پر جو کتاب نازل کی وہ فصاحت و بلاغت کا مرقع اور ایسا شاہکار ہے کہ عرب کے بڑے سے بڑے ادیب اور شاعر اس جیسا ایک جملہ بنانے سے بھی عاجز ہوئے اور آج تک کوئی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا، قیامت تک کر بھی نہیں سکے گا۔

اور پھر یہ بات بھی بلاشبہ معجزہ ہے کہ وہ ذات وہ شخصیت جو پہلی وحی کے نزول کے وقت کہہ رہی ہے ما انا بقاری میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، جو معاہدہ حدیبیہ لکھنے جانے کے بعد علی مرتضٰی سے پوچھتی ہے کہ بتاؤ محمد رسول اللہ کہاں لکھا ہے؟ وہ ایک روز اپنے بارے میں علی رؤوس الاشہاد کہتی ہے۔ انا افصح العرب

صرف کہتی ہی نہیں اپنے اقوال اپنے مواعظ اور اپنے ان خطبات سے ثابت بھی کرتی ہے جو ہزاروں کے مجمع میں دیئے گئے۔ خطبہ تبوک کی فصاحت و بلاغت پر غور کیجئے کسی بڑے سے بڑے خطیب کے خطبہ کا بھی وہ انداز نہیں ہوتا جو خطبہ تبوک کا ہے۔ پچاس

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، ٹیکسلا

چھوٹے چھوٹے ، انتہائی خوبصورت با معنی، لفظی اور معنوی فصاحت کے جامع پورے خطبے میں کوئی بات مکرر نہیں۔ اور یہ خطبہ تیس ہزار کے مجمع میں دیا گیا۔

وہ خطبہ جسے خطبہ حجۃ الوداع کہا گیا، جو انسانی حقوق کا عالمی منشور کہلایا اور یقیناً ہے۔ سوا لاکھ انسانوں کے مجمع میں دیا گیا۔ سارا مجمع عرب تھا، عربی کے ماہر، ادیب، شاعر، واعظ مبلغ سبھی تھے، مگر ان میں سے کوئی بھی اس جیسا ایک جملہ نہ بول سکا، سب محو حیرت تھے سب کی گردنیں خم تھیں۔ آج تک اس مختصر خطبے کو انسانی حقوق کی ایسی دستاویز کا درجہ حاصل ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی منشور اور چارٹر دنیا کے بڑے سے بڑے دماغ بھی پیش نہیں کر سکے۔

اس صورت حال کا اثر اور نتیجہ یہ تھا کہ رسول ﷺ اور اس کتاب کو ماننے والوں نے بھی اپنے رسول مکرم نبی معظم کے بارے میں جو کتابیں لکھیں، ان میں بھی فصاحت و بلاغت کے ایسے جوہر دکھائے کہ کسی قوم، اور کسی نسل نے آج تک اپنے کسی مقتداء اور پیشوا کے بارے میں ایسی محبت ایسی عقیدت، اور ایسی وارفتگی کا اظہار نہیں کیا۔ دنیا کی بیشتر زندہ زبانوں میں اپنے رسول مکرم کے حالات لکھے، اور لکھے جا رہے ہیں اور لکھے جاتے رہیں گے۔

بیسویں صدی سیرت نگاری کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ اس صدی میں غیر مسلم مصنفین نے سیرت نگاری کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کی بھی خدمت کی ہے۔ چند ایک مصنفین کے نام اور ان کی کتابوں کے اقتباسات پر اکتفا کیا جائے گا۔ یہ یقیناً اُردو ادب کا شاہکار ہیں اور فصاحت و بلاغت سے پر ہیں۔

آمنہ کا لال	از علامہ راشدی الخیری
رسول عربی	از سردار گورت سنگھ دارا

عرب کا چاند   از لکشمن پرشاد

سیرۃ النبی ﷺ   از علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی ﷺ (شبلی نعمانی) اپنی تمام تر علمی اور معنوی خوبیوں کے ساتھ، اس خوبی سے بھی آراستہ ہے جو صاحب سیرت، اور اس پر نازل ہونے والی کتاب میں نقطہ کمال پر ہے یعنی الفاظ اور عبارت کی فصاحت و بلاغت۔

زیر تبصرہ کتاب کی فصاحت و بلاغت کے نمونے پیش کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اردو کتب سیرت میں یہ پہلی کتاب نہیں ہے جسے بلا اختلاف آرا فصاحت و بلاغت کا مرقع تسلیم کیا گیا، یہ اس تسلسل کا ایک واضح اور تابناک نمونہ ہے جو دو ڈھائی سو برس سے جاری ہے۔

بعض مختصر کتب سیرت کو بھی اردو زبان میں فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا گیا۔ چند ایک نمونے پیش کرنا چاہوں گا تا کہ سیرۃ النبی ﷺ کی فصاحت کا پچھلی اردو کتابوں کے ساتھ جو ربط و تسلسل ہے، وہ سامنے آ جائے اور ایک ذی علم قاری یہ بھی فیصلہ کر سکے کہ سیرۃ النبی ﷺ میں صرف عبارت کی نصاحت و بلاغت نہیں بلکہ تحقیق اور معانی و مطالب کا بھی بحر بیکران موجزن ہے۔

۱: آمنہ کا لال از راشد الخیری

اُردو کے صاحب طرز ادیب اور انشا پرداز علامہ راشد الخیری کی ایک مختصر کتاب جو صرف ایک سو چار صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۳۰ء میں پہلی بار دہلی سے شائع ہوئی۔ اہل علم نے اس کتاب کو اردو زبان و ادب میں ایک نمایاں مقام دیا۔ اس کے دو اقتباسات سے اہل علم کی اس رائے کی تصدیق کیجئے۔

''مصنف نے اس مختصر کتاب کا نام'' آمنہ کا لال'' رکھا۔ نام میں بڑی خوبصورتی ہے اور جس طبقے کے لیے ہے ان کے لیے بے حد کشش بھی۔ کتاب لکھنے کا یہ مقصد بیان کیا:

مسلمان کو عید میلاد اور مجالس میلاد کے صحیح حالات معلوم ہوسکیں، اور وہ ڈنکے کی چوٹ وہ واقعات بیان کرسکیں جو سامع کے دل پر پورا اثر کرسکیں۔ (۱)

نبی مکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

'' دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی اور علم نہ تھا کہ اس مہینے کا چاند اپنے ساتھ کیا لاتا ہے۔ رات کے تارے اور دن کا آفتاب، کائنات کو کیا پیام دے رہے ہیں اور آسمان و زمین ایک ایسے بچے کی پیدائش کا نقارہ بجا رہے ہیں جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کایا پلٹ دے گا۔ چھٹی صدی عیسوی ۵۷۱ء کا موسم بہار شروع ہو چکا تھا، ربیع اول کی آٹھویں اور اپریل کی چودھویں رات سرزمین عرب پر چھائی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب کے کانوں میں بہو کے درد زہ کی خبر پہنچی اور آناً فاناً عورتوں سے بھر گئی۔ چلنے والے قدم، آنے والی بیبیوں اور جمع ہونے والی عورتوں کو کیا معلوم کہ ان کے دل کس بچہ کا استقبال کر رہے ہیں۔ یہ بچہ جو باپ کی شفقت سے محروم ہو چکا، قدرت کی محبوب ترین مخلوق ہوگا اور ہم اس پر سو جان سے قربان ہوں گے۔''(۲)

اسی طرح آپ ﷺ کی حضرت خدیجہؓ سے شادی کا حال یوں بیان کیا گیا ہے:

''قریشی دولہا ظاہری زیبائش سے محروم ہے۔ سہرا ہے نہ بدھی، کنٹھا ہے نہ طرہ۔ ماں جو بچے کو دولہا دیکھ کر نہال نہال ہوتی، قبر میں پہنچ گئی اور باپ جو کلیجہ کے ٹکڑے کو نوشہ دیکھ کر باغ باغ ہوتا، ابدی نیند سو گیا۔ دادا جس نے بیٹے کی امانت کو کلیجے سے لگا کر رکھا رخصت ہو چکا۔ اب لے دے کر جو کچھ تھا ایک چچا کا دم تھا، لیکن زینت ظاہری کے علاوہ

اس شادی میں کچھ اور بھی تھا۔ ابراہیمی دعا کے ساتھ نبیوں کی بہت سی مقدس روحیں ہمرکاب اور مخلوق آسمانی کی نظر میں ہمراہ تھیں۔ (۳)

یہ طرز بیان سیرت و تاریخ سے زیادہ افسانہ و ناول کے لیے موزوں ہے ، کیونکہ یہاں واقعات روایت بہ روایت بیان کرنے کی بجائے چشم تصور سے چودہ صدیاں پہلے کا زمانہ اور ماحول دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علامہ راشد الخیری کے اپنے ہی لفظوں میں عشق رسول ﷺ کے یہ مدعی کاش اتنا اور سمجھتے کہ جس کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں جس سے محبت کا دعوی فرما رہے ہیں یہ قیس کی لیلیٰ نہیں، رحمت للعالمین ہیں، مخلوق کا نہیں، خالق کا محبوب ہے اور یہ وہ درگاہ ہے جہاں ملاء اعلی کی آبادی سر بسجود ہے۔ جلیل القدر ملائکہ دست بستہ ہیں اور جبرئیل جیسے مقتدر فرشتہ کے اس حضور میں پر جل رہے ہیں۔ (۴)

اللہ کے آخری رسول کا ایک امتی ، مطیع اور غلام جو بھی لکھے، محبت وعقیدت کے پھول جس رنگ میں بھی نچھاور کرے قابل تعجب نہیں بلکہ اس پر حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اسے اپنے رسول مکرم سے جو بے پناہ محبت وعقیدت ہے ۔ ہر اس رنگ میں اس کا اظہار کرے، جس کے اظہار کی اسے قدرت ہے، لیکن ان افراد کا اظہار محبت وعقیدت جو ان پر ایمان لانے کی نعمت سے محروم رہے، باعث حیرت بھی ہے تاریخ کا انوکھا واقعہ بھی۔

برصغیر میں بعض ہندو اور سکھ اہل علم نے فرقہ وارانہ تعصب اور مذہبی بغض و عناد سے بلند ہو کر ایسی کتابیں بھی لکھیں جو نہ صرف یہ کہ دلآ زار نہ تھیں، بلکہ اپنے منصفانہ نقطہ نظر کی وجہ سے ہندوستان کے مذہبی گروہوں کو اتحاد کے رشتے میں پرونے والی تھیں۔ ان میں سے بعض کتب سیرت اتنے ہمدردانہ، مخلصانہ اور والہانہ انداز میں تحریر کی گئی تھیں کہ ان پر مسلمانوں کی تصانیف ہونے کا گمان گزرتا تھا۔

اس قسم کی کتب سیرت میں حضرت محمد صاحب، بانیٔ اسلام ، از شردھے پرکاش جی (۱۹۰۷ء) ''رسول عربی'' از جی ایس دارا (۱۹۱۴ء) '' عربی کا چاند'' از سوامی لکشمن پرشاد (۱۹۳۴ء) '' حضرت محمد اور اسلام'' از پنڈت سندر لال'' '' حضرت محمد ﷺ اور اسلام'' از بابو کنج لال ایم ۔اے ،'' پیغمبر اسلام'' از رگھوناتھ سہائے'' ''چار مینار'' از گوبند رام رام سیٹھی شاد (۱۹۴۳ء) اور'' حضرت محمد صاحب کی سوانح عمری'' از پروفیسر لاجپت رائے نیر وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔(۵)

۲:رسول عربی از سردار گورت سنگھ دارا

یوں تو ان میں سے کوئی کتاب بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، لیکن تین کتابیں ایسی ہیں جو خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔

۱۔ ''حضرت محمد ﷺ صاحب بانیٔ اسلام'' از شردھے پرکاش جی

۲۔ ''رسول عربی'' از جی ایس دارا

۳۔ ''عرب کا چاند'' از سوامی لکشمن پرشاد

ان تین کتابوں کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، مولانا الطاف حسین حالی اور مولانا ظفر علی خان جیسے مسلم مشاہیر اور اہل علم نے بہترین خیالات کا اظہار کیا،

رسول عربی کا دیباچہ مؤرخ اسلام اور برصغیر کے معروف و ممتاز سیرت نگار سید سلیمان ندوی نے لکھا۔

اس کتاب رسول عربی کا محرک وہ انواع و اقسام کی کہانیاں اور من گھڑت قصے ہیں، جو پیغمبر اسلام کی ذات سے متعلق مصنف کے کانوں میں پہلے پہل پڑے اور جن کی وجہ سے اسے آنحضرت کی زندگی کے بارے میں مزید جاننے کا شوق ہوا۔ مصنف کی خواہش تھی کہ

آنحضرت کے بارے میں وہ خود مطالعہ کر کے کسی نتیجے پر پہنچے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ پہلی مرتبہ جب میں نے اس مضمون پر ایک کتاب دیکھی تو اس کے پڑھنے سے مجھے از حد دلچسپی پیدا ہوئی۔ (٦)

جوں جوں میرا مطالعہ بڑھتا گیا، اتنی ہی آنحضرت کی عظمت میرے دل میں بڑھتی گئی ، یہاں تک کہ میرے دل میں ایک آروز پیدا ہوگئی کہ میں ان سب خیالات کو ایک جگہ اکٹھا کروں۔ طرح طرح کی کتابوں کے مطالعہ نے جو میں نے اس مضمون میں پڑھی تھیں، میرے عالم خیال میں ایک پھلواری سی پیدا کر دی۔ پنجابی، ہندی، اُردو، فارسی عربی کے پھول جہاں جہاں سے مجھے دستیاب ہوئے ، میں نے اپنے گلدستہ کے لیے چن لیے اور نام اس کا ''رسول عربی'' رکھ کر قوم کی خدمت میں نذر کیا۔ (٧)

یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصہ متعدد ابواب میں منقسم ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مصنف نے ''بحضور رسول عربی'' کے عنوان سے بڑے عقیدت مندانہ انداز میں سر زمین عرب، ہمالیہ کی بلند چوٹیوں اور آب گنگا سے خطاب کیا ہے اور انہیں آنحضرت کی فضیلت سے آگاہ کیا ہے۔ اس عرضداشت کی ابتدائی سطور یہ ہیں:

ایک صاحب کمال آیا، جس نے جلوۂ حق دکھایا جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی۔ جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی، اسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا۔ اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔ اے عرب! کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ، جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیب خدا کے اپنی آنکھوں درشن کیے۔(٨) اور اس کے بعد لکھا ہے۔اے کوہ ہمالہ! مگر سچ کہنا کہیں دیکھا ہے، تو نے مکہ کا راج دُلارا؟ کہیں نظر پڑا ہے، تجھے بھی وہ مدینہ کا پیارا؟

اے آب گنگا آخر یہ تو کہہ کہیں اس آب زمزم والے سے بھی تری آنکھ لڑی؟

کہیں اس مکی مدنی ﷺ نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جلی بھری اے تاجدار عرب ﷺ سنتے ہیں تیری چھب موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا۔ اے دلدار عرب ﷺ کہتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی ، وہ بجھائے نہ بجھی۔ جس آنکھ پر تیری نگاہ پڑی۔ وہ پھر تیری ہی ہو رہی۔ (۹)

یہ ایک ایسے شخص کا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت ہے، جو بظاہر آپ پر ایمان لانے کی نعمت سے محروم رہا، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ ایمان نہ لانے کے باوجود جس محبت کا اظہار کیا وہ تاریخ کا منفرد واقعہ ہے اور ایسے واقعات صرف اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی ذات اور شخصیت کا اظہار ایسے الفاظ میں ہے جیسے کسی نے خوبصورت موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہو۔ الفاظ کا حسن اس حد تک ہے کہ قاری کو معانی و مطالب سے غافل کر کے پوری طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

کم و بیش یہی حال سوامی لکشمن پرشاد کی کتاب عرب کا چاند کا ہے۔

۳: عرب کا چاند از لکشمن پرشاد

مصنف نے گواز راہ انکسار اعتراف کیا ہے کہ " موجودہ صورت میں یہ کتاب نہ گلہائے ادب کا کوئی دل پذیر گلدستہ ہے اور نہ تاریخی حقائق کا کوئی بصیرت افروز مجموعہ۔ (۱۰)

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب ادبی اعتبار سے بھی اپنا مخصوص مقام رکھتی ہے اور تاریخی حقائق کے بیان میں بھی بالعموم امہات کتب تاریخ و سیر سے انحراف نہیں کرتی۔

مصنف نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ کتاب کے نفس مضمون میں نہ کسی کا شرمندہ اصلاح ہے۔ اور

نہ شرمندہ صلاح اور اس نے جو کچھ لکھا ہے اپنی ذاتی تحقیق و تدقیق سے لکھا ہے۔

مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ زبان میں دلآویزی اور اسلوب کی رنگ آمیزی کے باوجود مصنف نے بیشتر واقعات مستند روایات کی بنیاد پر منتخب کیے ہیں۔

کتاب میں اگر چہ مآخذ و منابع کے حوالے کم ہیں (صرف روضۃ الاحباب، سر ولیم میور اور کار لائل کی کتابوں کے نام لیے گئے ہیں لیکن باشعور قاری کو احساس ہو جاتا ہے کہ کون سا واقعہ کس کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔

عرب کا چاند لکھنے سے مصنف کا مقصد مسلمانوں کے خوابیدہ افسردہ، بے حس اور منجمد دلوں میں شعلہ حیات تازہ پھونکنا ہے اور بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہوا ہے۔

آنحضرت کی ولادت کے وقت کے واقعات جس والہانہ پن سے بیان کئے گئے ہیں، وہ بعض اچھے مولود ناموں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ نور محمد ﷺ حضرت آمنہ کو فرشتوں کی بشارتیں، آپ ﷺ کا شکم مادر سے مختون پیدا ہونا، ایام شیر خوارگی کے محیر العقول واقعات، آپ کے اخلاق عالیہ، پرورش کرنے والوں سے آپ کی محبت، فن پیراکی میں آپ ﷺ کی مہارت و کامیاب ازدواجی زندگی، حضرت خدیجہؓ کی بے مثال شیفتگی اور آپ کی ان سے وفاداری، راہ اسلام میں آپ کی استقامت، استقلال، صبر و تحمل، جوش و جذبہ اور دشمنوں پر شفقت و رحم دلی کی مثالیں دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حقیقتاً ایک سچے نبی تھے جو اپنے نصب العین میں پوری طرح کامیاب ہوئے اور جن کی سیرت مبارکہ بنی نوع انسان کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔

''عرب کا چاند'' زبان کی پختگی، عبارت کی چستی، تشبیہ و استعارے کی فراوانی، تخیل کی بلندی اور اسلوب کی دلآویزی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے مصنف نے جو ادبی

اسلوب کتاب کے شروع میں اختیار کیا۔ اسے اختتام تک نبھایا ہے اور زبان پر کہیں اپنی گرفت ڈھیلی نہیں ہونے دی ہے۔

مثلاً آنخضرت اپنی زندگی کے پانچ سال مائی حلیمہ کے پاس گزار کر جب اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت آمنہ کی اس وقت کی دلی کیفیت مصنف نے یوں بیان کی ہے۔

''حضور انورﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے ابتدائی ایام کی پانچ بہاریں حلیمہ کے زیر محبت، صحرا کی لطافت بار اور صحت بخش نسیم میں دیکھیں۔ اس کے بعد آپ آغوش مادر میں آئے۔ حضرت آمنہ کے شوہر حضرت عبد اللہ ان ایام میں ہی راہ گزر عالم جاودانی ہو چکے تھے، جب حضور انورﷺ ابھی ان کے بطن مبارک میں تشریف فرما تھے یہی چاند سی صورت اس محبت اور مسرت کے شیریں دور کی یادگار تھی، جو کسی وقت لافانی معلوم ہوتا تھا۔ مگر جس کے تار پود موت ظالم موت نے بکھیر دیئے تھے۔ خاوند کی فرقت کی آگ کے شعلے، حضرت آمنہ کے وفا شعار اور فداکار دل میں ہمیشہ بھڑکتے رہتے تھے۔ لیکن لافانی محبت کی اس لافانی یادگار نے حضرت عبداللہ کی اس تصویر پر جو حضرت آمنہ کی چشم تصور میں چلتی پھرتی نظر آتی تھی اور بھی گہرے نقش و نگار کندہ کر دیئے اور وہ خاموش آگ جو ایک ہنگامہ خاموش کی طرح اس کے دل کی گہرائیوں میں سلگ رہی تھی اب پورے جوش و خروش سے روشن ہوگی۔ (۱۱)

اسی طرح آنخضرتﷺ کی پاکیزہ ازدواجی زندگی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:

''آپ نے ام المومنین (حضرت خدیجہؓ) کی حیات میں دوسرے نکاح کا نام تک نہیں لیا۔ اسی پیرانہ سال بڑھیا پر جس کا گلشن شباب پامال عمر ہو چکا تھا۔ ہزار جان سے فریفتہ رہے روحانی محبت کا یہ گلشن ہے جس کے پھولوں میں نفسانیت کی بو نہیں پائی جاتی۔ سن وسال کا تفاوت اسی وقت کوئی معنی رکھتا ہے جب طرفین ایک دوسرے سے نفسانی لطف

ومسرت کے خواہاں ہوں۔ جب ازدواجی زندگی کو عیش و نشاط کی طلسمی زندگی نہیں بلکہ فرائض کی ایک ناقابل شکست زنجیر تصور کر لیا جاتا ہے تو زوجین کی روحیں فرط محبت سے باہم ہو جاتی ہیں اور یہ اتصال قلبی لافانی ہوتا ہے۔

پینسٹھ سال کی عمر میں خدیجہ الکبریٰ اپنے بہترین شوہر کو ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے گئیں اور ایک گوشہ زمین میں ابدی نیند جا سوئیں، مگر ان کے دل نواز شوہر کے دل کی عمیق ترین گہرائیوں میں جو جذبات محبت ان کے لیے موجود تھے، وہ ان کے جسم کے ساتھ مدفون نہیں ہو گئے، بلکہ انہوں نے ہمیشہ آپ ﷺ کے دل کو محشرستان بنائے رکھا ان کی فدا کار محبت اور شیریں کار عشق کے نقوش آپ کے لوح دل پر مرتسم رہے۔

دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا انقلاب اور زمانے کی کوئی بڑی سے بڑی گردش ان کو مٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکی (۱۲)

۴۔ سیرۃ النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانی

بیسویں صدی میں مسلم مشاہیر نے جو کتب سیرت لکھی ہیں ان میں جس کتاب نے ممتاز نام حاصل کیا وہ علامہ شبلی کی سیرۃ النبی ﷺ ہے۔ ظہور قدسی کے عنوان میں علامہ شبلی نے جو لکھا ہے وہ اردو ادب کا شاہکار ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

> ''چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکی ہیں۔ چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں، لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضاء قدر کی

بزم آرائیاں عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں ، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیم، جمال یوسف ، معجزہ طرازی موسیٰ جان نوازی مسیح، سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں اور شاہنشاہ کونینﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔''(۱۳)

آج کی صبح وہی صبح جان نواز وہی ساعت ہمایوں وہی دور فرخ فال ہے۔

ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتش کدہ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم ، شوکت روم اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدہ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بتکدے خاک میں مل گئے۔ شیرازہ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا ، چمنستان سعادت میں بہار آ گئی، آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔ (۱۴)

اہم نکات

گذشتہ اوراق کے اقتباسات کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم باتیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ غیر مسلم اور مسلم سیرت نگاروں کا یکساں طور پر محمد رسول اللہﷺ سے والہانہ عقیدت اور شیفتگی کا اظہار۔

۲۔ سیرت نگاروں کی ایسی کاوشیں اردو زبان کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

۳۔ غیر مسلم سیرت نگاروں نے جن میں بعض ہندو اور سکھ اہل علم شامل ہیں، فرقہ وارانہ

تعصب اور مذہبی بغض و عناد سے بلند تر ہو کر ایسی کتابیں بھی لکھیں جو نہ صرف یہ کہ دلآزادنہ نہ تھیں ، بلکہ اپنے منصفانہ نقطہ نظر کی وجہ سے ہندوستان کے مذہبی گروہوں کو اتحاد کے رشتے میں پرونے والی تھیں۔ان میں سے بعض کتب سیرت اتنے ہمدردانہ مخلصانہ اور والہانہ انداز میں تحریر کی گئی تھیں کہ ان پر مسلمانوں کی تصانیف ہونے کا گمان گزرتا تھا۔

۴۔ غیر مسلم سیرت نگاروں میں سردار گورت سنگھ دارا نے ''رسول عربی'' کے نام سے جو کتاب لکھی، اس میں ایک ایسے شخص کا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت ہے، جو بظاہر ایمان لانے کی نعمت سے محروم رہا، لیکن محبت و عقیدت کا اظہار ایسے الفاظ میں ہے جیسے کسی نے خوبصورت موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہو۔ الفاظ کا حسن اس حد تک ہے کہ قاری کو معانی و مطالب سے غافل کر کے پوری طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ایسے اسلوب کو اور سیرت نگاروں نے بھی اختیار کیا ہے۔

۵۔ یہ ایک بڑی حقیقت کہ اردو زبان میں سیرت نگاری سے خدمت زبان کا کام بھی آگے بڑھا ہے، یہ کتب سیرت تاریخی حقائق کے بیان میں بالعموم امہات کتب تاریخ و سیر سے انحراف نہیں کرتی ہیں۔ یہ خصوصیت سوامی لکشمن پرشاد کی کتاب ''عرب کا چاند'' کی ہے۔

۶۔ بیسویں صدی کے معروف و ممتاز سیرت نگار علامہ شبلی کی تحریروں میں بلا کا زور ہے اور فصاحت و بلاغت کا مرقع ہیں۔

فصاحت نبوی ﷺ کے دلنشین نام سے استاد مکرم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی کتاب ممتاز مقام کی حامل ہے اور اردو ادب کا بہترین سرمایہ ہے۔

۷۔ غیر مسلم اور مسلم سیرت نگار رسول رحمت ﷺ کی ذات گرامی کے خصائص کے بارے میں بہترین انداز میں لکھ رہے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) راشدالخیری ،علامہ ،آمنہ کا لال، دہلی: عصمت بک ڈپو ۔ ۱۹۳۰۔ص ۵

(۲) راشدالخیری، علامہ، آمنہ کا لال، ایضاً

(۳) راشدالخیری ، علامہ، آمنہ کا لال، ایضاً

(۴) راشدالخیری ، علامہ، آمنہ کا لال، ایضاً

(۵) انور محمود خالد، ڈاکٹر، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۹ءص ۴۶۷

(۶) سردار گوردت سنگھ دارا، رسول عربیؐ، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ (۱۹۴۱ء) ص ۱۳۔۱۶

(۷) سردار گوردت سنگھ دارا، رسول عربیؐ، ایضاً

(۸) سردار گوردت سنگھ دارا، ایضاً،ص ۲۷

(۹) سردار گوردت سنگھ دارا، ایضاً،ص ۲۷

(۱۰) سوامی لکشمن پرشاد،عرب کا چاند، ناشرتعمیرانسانیت، لاہور،(سن طباعت۔ ت۔ ن) ص۷۶

(۱۱) سوامی لکشمن پرشاد،عرب کا چاند، ناشر مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، (سن طباعت۔ ت۔ن) ص۷۶

(۱۲) سوامی لکشمن پرشاد،عرب کا چاند، ناشر مکتبہ تعمیر انسانیت،لاہور،(سن طباعت۔ ت۔ن) ص۹۲

(۱۳) شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبیﷺ ، مکتبہ مدینہ، لاہور، ۱۴۰۸۔ھ۔جلد اول۔ص ۱۰۹

(۱۴) شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبیﷺ ،مکتبہ مدینہ، لاہور، ۱۴۰۸۔ھ۔جلد اول۔ص ۱۰۹